اور سیاسی عوامل مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ ان فی المال حقاً سوی الزکوٰۃ (یقیناً مال میں اللہ اور اس کے بندوں کا زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے)۔ وہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ اصل کمائی وہ ہے جو ہم نے راہ خدا میں صرف کی، وہ نہیں جو ہم نے بچا کر رکھی۔ وہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ سود کھانے سے نہیں بلکہ صدقہ دینے سے مال بڑھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حقوق واجبہ سے زائد کسی مالدار سے زبردستی مال تو وصول نہیں کیا لیکن اس نے ایسے مالدار پیدا کیے جنھوں نے اپنا سارا مال فی سبیل اللہ لٹا دیا اور ایسا بھی ہوا کہ سب کچھ دے دینے کے بعد اگر کوئی محتاج نظر آیا تو قرض اٹھا کر اس کی ضرورت پوری کرنے سے بھی گریز نہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشی محرکات کا انسان کے دوسرے اجتماعی اور اخلاقی محرکات سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ جب تک انسان کے انفرادی اخلاق کو درست نہ کیا جائے اور اس کے گرد و پیش کے اجتماعی ماحول کو ایک خاص ظاہری و معنوی سانچے میں نہ ڈھال دیا جائے انسان کا کوئی ایک مسئلہ الگ سے حل نہیں کیا جا سکتا، خواہ وہ معاشی مسئلہ ہو یا زندگی کا کوئی دوسرا مسئلہ۔

عائلی قوانین اور تفویضِ طلاق

سوال: سائل کی شادی یکم اکتوبر ۱۹۶۱ء کو نئے عائلی قوانین کی رُو سے یونین کونسل کے فارموں پر ہوئی۔ نکاح شرعی طریقہ پر ہوا۔ سائل کے سسرال اور ہمارے تعلقات بہت گہرے تھے اور بہت قریبی رشتہ داری تھی۔ نئے فارم کے چار پرت ہوتے ہیں نکاح کے وقت کوئی شرائط درج نہیں کی گئی تھیں، ماسوائے حق مہر غیر مؤجل کے۔ چونکہ جلدی واپسی تھی اس لیے اس وقت یہ فیصلہ ہوا کہ دولہا اور دلہن اور ان کے گواہان دستخط کر دیں کاغذ بعد میں مکمل ہو جائیں گے اور بھیج دیے جائیں گے۔ نکاح کے وقت لڑکے سے طلاق دینے کا کوئی حق نہیں لیا گیا تھا اور نہ ہی پوچھا گیا تھا اور نہ ہی لڑکے نے اجازت دی تھی۔ نئے فارم کے کالم نمبر ۱۸ میں یہ عبارت درج ہے:-

"آیا شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کر دیا ہے اور کن شرائط کے تحت"۔

واضح رہے کہ اس وقت پرت پُر نہیں کیے گئے تھے جبکہ نکاح ہوا تھا) بعد میں کاغذوں میں یہ عبارت درج ہو گئی "شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کر دیا ہے"۔ مگر ان میں وہ شرائط درج نہیں تھیں جن کی بنا پر لڑکی کو طلاق دینے کا حق تفویض ہوتا، جیسا کہ فارم میں درج ہے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ فارم مجھے واپس میرے سسرال کی طرف سے پہنچ گئے۔ لیکن ہم نے انہیں شک نہ ہونے کی بنا پر نہیں پڑھا تھا بلکہ بے پروائی سے لپیٹ کر رکھ دیا۔

شادی کے دس ماہ بعد گھریلو تنازعات کی بنا پر دلہن اپنے میکے چلی گئی جہاں پر دلہن کے والدین نے دلہن کی طرف سے یونین کونسل میں طلاق کی درخواست دے دی اور یونین کونسل نے تین ماہ بعد بغیر کارروائی مکمل ہوئے یک طرفہ طلاق کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔

دولہا نے قطعاً طلاق نہیں دی، اور نہ ہی دینا چاہتا ہے۔ اور نہ ہی لڑکے کو طلاق کا سرٹیفکیٹ کونسل کی طرف سے ملا ہے۔ اب لڑکا اور لڑکی اپنا گھر بسانا چاہتے ہیں۔ لیکن لڑکی کے والدین اس بات پر اصرار کر رہے ہیں کہ یونین کونسل کی طرف سے جو سرٹیفکیٹ ملا ہے وہ شرعی طلاق ہے۔ اب آپ مندرجہ بالا حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ واقعی طلاق شریعت کی رُو سے ہو چکی ہے یا نہیں؟

جواب: مستفسر کا بیان یہ ہے کہ نکاح کے وقت اس نے حقِ طلاق بیوی کو تفویض نہیں کیا تھا لیکن اس کے علم و اطلاع کے بغیر یہ بات نکاح کے فارموں میں درج کر دی گئی "شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کر دیا ہے"۔ اگر یہ بیان صحیح ہے تو عنداللہ بیوی کی جانب طلاق کا حق منتقل نہیں ہوا اور وہ اس حق کو استعمال نہیں کر سکتی۔ اگر محض کاغذی اندراج اور یونین کونسل کی کارروائی کے بل پر وہ طلاق کو ثابت کرنا چاہتی ہے تو خدا کے ہاں وہ عورت اور اس کے اولیا بھی مجرم ہیں، نیز وہ لوگ بھی سخت گناہ گار ہیں جنھوں نے ایک فارمولے کے طور پر بلا تکلف ہر نکاح نامے میں ایسے امور و مسائل درج کر دیے ہیں جن کے شرعی اور فقہی پہلوؤں پر بالعموم نکاح کے فریقین، بلکہ نکاح خواں بھی اچھی طرح حاوی نہیں ہوتے اور اس بات

کا ہر وقت خدشہ موجود رہتا ہے کہ ان فارموں کو پُر کرنے والا شخص جس طرح چاہے انہیں پُر کرکے زوجین سے دستخط یا نشانِ انگشت ثبت کرالے، درآنحالیکہ زوجین کو اس بات کا علم و احساس تک نہ ہو کہ آیا وہ مجرد ایجاب و قبول کے علاوہ کچھ مزید قیود و شروط بھی تسلیم کر رہے ہیں یا نہیں، اور اگر کر رہے ہیں تو اس کے نتائج و عواقب کیا ہوں گے؟

بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ تفویضِ طلاق سے متعلق سوال کا جواب شوہر کی موجودگی میں اور اس کی اجازت سے لکھا گیا ہے، تب بھی یہ جواب بالکل ناقص اور ادھورا ہے۔ نکاح نامے کا سوال یہ ہے:۔

"آیا شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کر دیا ہے اور کن شرائط کے تحت"۔

اس سوال کا جو جواب نقل کیا گیا ہے وہ یوں ہے:۔

"شوہر نے بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کر دیا ہے"۔

جس شخص نے بھی یہ جواب تحریر کیا ہے اس کی یہ ناگزیر ذمہ داری تھی کہ وہ اس بات کی تصریح پہلے شوہر سے کراتا اور پھر جواب میں بھی یہ توضیح کرتا کہ حقِ تفویض کسی خاص شرط کے ساتھ مشروط ہے یا غیر مشروط ہے اور جس طلاق کا حق دیا جا رہا ہے وہ رجعی ہے یا بائن ہے، ایک ہے یا دو ہیں یا تین ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر سے بھی جواب میں اس پہلو کی صراحت ضروری تھی اور مطلوبہ فارم کے سوال کا آخری حصہ بھی اس تصریح کا مقتضی تھا۔ اس کے باوجود جواب میں ان چیزوں کی عدم تصریح سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ فارم پُر کرنے والا شخص نکاح و طلاق کے مسائل سے پوری طرح واقف نہ تھا۔ اس نے بغیر سوچے سمجھے ایک مبہم اور غیر مکمل جواب لکھ دیا ہے جس سے شوہر کے اس الزام کو تقویت پہنچتی ہے کہ یہ عبارت جعلی ہے جو اس کے علم میں لائے بغیر درج کر دی گئی ہے۔

تفویضِ طلاق کے معاملے میں صحابہ و تابعین کی ایک بڑی تعداد اور امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور متعدد دیگر فقہا، کا مسلک یہ ہے کہ اگر مرد نکاح کے وقت کسی مدت یا وقت کا تعین کیے بغیر تفویض کرے تو حق کو عورت صرف اسی مجلسِ نکاح میں استعمال کر سکتی ہے۔ اگر عورت کسی دوسرے کام میں مشغول

ہو جائے یا خاموش ہو کر مجلس سے اُٹھ جائے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔ البتہ خاوند اگر تفویض کے وقت یہ اختیار دے کہ اس کی بیوی جب چاہے یا جس وقت چاہے، اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے، تب یہ حق غیر محدود ہے۔ اور عورت اسے ہمیشہ استعمال کر سکتی ہے۔

تفویض طلاق کا حق استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عورت صاف الفاظ میں اپنے آپ کو طلاق دے۔ محض کونسلوں کے سرٹیفکیٹ اس معاملے میں معتبر نہیں ہیں۔ طلاق کی تعداد کا تعین کیے بغیر خاوند نے عام الفاظ میں تفویض طلاق کی ہو تو اس صورت میں عورت اگر اپنے آپ کو ایک یا دو طلاق دے گی یا تعداد کا ذکر نہیں کرے گی تو یہ طلاق عدت کے اندر رجعی ہوگی جس کے بعد رجوع جائز ہوگا اور عدت کے بعد ایسی طلاق بائن یا مغلظ ہوگی جس کے بعد نکاح ثانی جائز ہوگا۔ لیکن عورت نے اگر اپنے اوپر تین طلاق وارد کر لی ہیں تو پھر طلاق کے مغلظ ہونے کا انحصار خاوند کی نیت پر ہے۔ اگر تفویض طلاق کے وقت خاوند کی نیت تین طلاق کی تھی، تو طلاق مغلظ ہو جائے گی، ورنہ نہیں ہوگی۔

تفویض کے معاملہ میں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ حق اگر انعقاد نکاح سے قبل دیا جائے تو غیر معتبر ہے۔ اس حق کے موثر اور صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خاوند کی طرف سے دوران ایجاب و قبول یا نکاح ہو جانے کے بعد دیا جائے یا کم از کم حق دیتے وقت نکاح کی جانب نسبت و اضافت ہو، مثلاً خاوند یہ کہے کہ فلاں عورت سے میرا نکاح ہو جانے کی صورت میں اسے حق طلاق حاصل ہوگا۔

حق تفویض کے معاملہ میں اور بھی بہت سی تفصیلات ہیں جن کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے۔ البتہ اصولاً اتنی بات یہاں واضح کر دینا مناسب ہے کہ از روئے قرآن طلاق کا حق اصلاً مرد کو دیا گیا ہے، نہ کہ عورت کو (بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ) جب اس حق کو عورت کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور نکاح ناموں پر ایسے سوالات پہلے سے چھاپ کر ہر کس و ناکس کو یہ دعوت دی جاتی ہے اور سمجھایا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی قائم کردہ تقدیم و ترتیب کو الٹ دیں اور طلاق کا اختیار مرد سے چھین کر عورت یا کسی کونسل کے ہاتھ میں دیدیں تو اسکے نتیجے میں اتنی قباحتیں اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا پیشگی تصور بھی محال ہے۔ جن ارباب اختیار نے ایسے قواعد وضع کیے ہیں اور وضع کرنے کے بعد ان کے نفاذ و انطباق کی ذمہ داری کا بوجھ نااہل کندھوں پر ڈال دیا ہے، کاش کہ وہ اس صورت حال پر غور فرمائیں اور اس کا تدارک کریں۔